سرکارِ مدینہؐ اور آپؐ کے خلفاے راشدینؓ، چراغ حسن حسرت۔ طٰہٰ پبلی کیشنز، ۱۹-ملک جلال الدین (وقف) بلڈنگ، چوک اُردو بازار، لاہور۔ فون: ۰۳۳۳-۴۴۷۰۵۰۹۔ صفحات: ۲۳۲۔ قیمت ۲۵۰ روپے۔

چراغ حسن حسرت بڑے پائے کے صحافی، ادیب اور شاعر تھے۔ ان کی عمر کوچۂ صحافت میں بسر ہوئی۔ انھوں نے بچوں اور نوجوانوں کے لیے شخصیات پر سادہ زبان اور آسان اسلوب میں بہت سی کتابیں بھی لکھیں، کہانیاں بھی تحریر کی ہیں۔

زیرنظر کتاب کا موضوع سیرت النبیؐ اور سیرتِ خلفاے راشدینؓ ہے۔ ابتدا میں سرزمینِ عرب کے جغرافیے، موسم، فضا اور عربوں کے مزاج، زبان اور شعرگوئی کا بیان ہے۔ پھر ضمنی عنوانات (ہمارے نبیؐ، بچپن، جوانی، بی بی خدیجہؓ، ایک جھگڑے کا فیصلہ، نبوت وغیرہ) کے تحت آپؐ کے مختصر حالات، قریش کی مخالفت، مسلمانوں پر ظلم وستم، ہجرت اور غزوات کا ذکر کرتے ہوئے اس تذکرے کو آں حضورؐ کی وفات پر مکمل کیا ہے۔ چاروں خلفاے راشدین اور ان کے عہدِ خلافت کے نمایاں واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ حالات و واقعات نئے نہیں ہیں لیکن چراغ حسن حسرت کے اسلوب کی تازگی اور شگفتگی کی وجہ سے قاری کتاب کو دل چسپی کے ساتھ پڑھتا چلا جاتا ہے۔

ناشر نے مصنف کے نام کے ساتھ 'مولانا' کا سابقہ لگایا ہے، حالانکہ کلین شیوڈ حسرت، مولانا تھے نہ اپنی تصانیف پر یہ لفظ لکھتے تھے، نہ خود کو مولانا سمجھتے تھے۔ (رفیع الدین ہاشمی)

بے نظیر بھٹو...... قاتل بچ نکلا، ہیرالڈ میونوز۔ ترجمہ: یاسر جواد۔ ناشر: نگارشات، ۲۴-مزنگ روڈ، لاہور۔ فون: ۰۴۲-۳۷۳۲۲۸۹۲۔ صفحات (بڑی تقطیع): ۱۸۵۔ قیمت: ۵۹۰ روپے۔

تاریخِ پاکستان کے بڑے سانحات پر رپورٹیں تیار ہوئیں اور کتابیں بھی لکھی گئیں۔ اسی ضمن میں محترمہ بے نظیر بھٹو کے قتل پر ایک کتاب **Getting Away wtih Murder** شائع ہوئی ہے۔ ہیرالڈ میونوز جو اقوام متحدہ میں اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل اور اقوام متحدہ انکوائری کمیشن کے سربراہ ہیں، وہ اس کے مصنف ہیں۔ موصوف جنوری ۲۰۱۰ء میں اقوام متحدہ کی طرف سے بے نظیر قتل کیس کے تحقیقاتی کمیشن کے سربراہ مقرر ہوئے۔ انھوں نے کتاب کے پیش لفظ میں لکھا: ''یہ کتاب سال بھر طویل انکوائری کے دوران ملنے والے پس پردہ شواہد و تجربات پر مبنی ہے۔

یہ کتاب بے نظیر بھٹو کے قتل اور ان کے متعلق میرا ذاتی نقطۂ نظر ہے اور اقوام متحدہ یا تفتیشی کمیشن کے دیگر ارکان کے خیالات کا لازمی طور پر عکاس نہیں''۔

آٹھ ابواب، مابعد تحقیق، حاصل بحث اور آخر میں حوالوں پر مشتمل کتاب میں بے نظیر کے عروج کی کہانی بھی ہے اور پاکستان میں سیاسی قتل کی تاریخ بھی۔ 'لبرل' اور 'اسلامسٹوں' کی کش مکش بھی ہے اور پاک امریکا تعلقات، وفا و بے وفائی کے قصے بھی۔ مشرف اور پاکستانی طالبان کے تذکرے بھی ہیں، آئی ایس آئی، سی آئی اے تعلقات کے اُتار چڑھاؤ بھی۔ اس کتاب میں جہاں تفتیش اور تحقیق کا دعویٰ پایا جاتا ہے وہاں تاریخ سے بے خبری، اسلام سے تعصب نمایاں ہے۔

'عدم استحکام کی ابتدائی تاریخ' کے عنوان سے لیاقت علی خان سے بے نظیر بھٹو کی موت تک کی کہانی بیان کرتے ہوئے زمانی لحاظ سے انتہائی فاصلے پر واقع واقعات کو بڑی مہارت کے ساتھ جوڑا گیا ہے: ''۲۹ سالہ افغانی سید اکبر نامی قاتل خوست کے افغانستان کے سردار کا بیٹا تھا۔ اکبر ایبٹ آباد میں رہتا تھا۔ وہی شہر جہاں کئی عشرے بعد اسامہ بن لادن کے خلاف حتمی کارروائی ہوئی''۔ ''جس پارک میں وزیراعظم لیاقت علی خان کا قتل ہوا'...... وہی جگہ جہاں پر ۶۰ برس بعد بے نظیر بھٹو کو قتل کیا گیا۔ جس ڈاکٹر نے لیاقت علی خان کا معائنہ کیا تھا، آج اُن کے بیٹے ڈاکٹر مصدق نے ۶۰ برس بعد اپنے باپ کی طرح بے نظیر بھٹو کی زندگی بحال کرنے کی کوشش کی''۔ ''ذوالفقار علی بھٹو کو راولپنڈی جیل میں پھانسی دے دی گئی۔ اس شہر میں پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کو قتل کیا گیا تھا اور یہیں پر ذوالفقار علی بھٹو کی بیٹی بے نظیر کو قتل ہونا تھا''۔ (ص۳۴)

حیرت ہوتی ہے کہ ایک بین الاقوامی ادارے سے وابستہ تحقیق و تفتیش کے علم بردار مصنف نے بعض باتیں بڑی 'آسانی' سے بغیر تحقیق کے بلکہ تعصب کی بنیاد پر لکھ دیں، مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں: ''مودودی، بانیِ پاکستان محمد علی جناح کو کافر سمجھتا تھا اور اس نے ذوالفقار علی بھٹو اور بے نظیر کو بھی کافر قرار دیا'' (ص۳۷)۔ تاریخ کی تھوڑی سی واقفیت رکھنے والا کوئی بھی شخص یہ ثابت نہیں کرسکتا تھا کہ مولانا مودودی نے کبھی کسی شخص کو کافر قرار دیا ہو۔ قائداعظم تو دُور کی بات ہے وہ تو ان لوگوں کے معاملے کو بھی اللہ پر چھوڑ دیتے تھے جنھوں نے خود مولانا مودودی پر کُفر کے فتوے لگائے تھے۔ اسی طرح ذوالفقار علی بھٹو کو بھی مولانا مودودی نے کبھی کافر قرار نہیں دیا۔ اسی طرح ریمنڈ ڈیوس کے

بلاوجہ تذکرے میں بھی مصنف نے لکھا ہے کہ ''ریمنڈ ڈیوس نے ڈاکا زنی کی کوشش کرنے والے دو آدمیوں کو مار ڈالا'' (ص ۱۴۸) جو خلافِ واقع ہے۔

پانچویں باب 'پاکستانی معاملات میں امریکی سنجیدگی' کے زیرعنوان کچھ ایسے حقائق سامنے آئے ہیں جن کے مطالعے سے پاکستانیوں کے سر شرم سے جھک جائیں گے۔ مثلاً جنرل ایوب خان نے ستمبر ۱۹۵۳ء میں واشنگٹن ڈی سی کے دورے کے دوران سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ایک اعلیٰ افسر سے کہا: ''اگر آپ چاہیں تو ہماری فوج آپ کی فوج بن سکتی ہے''۔ بے نظیر کے پہلے دورِ اقتدار کے بارے میں مصنف رقم طراز ہیں کہ ''بے نظیر امریکی مشیروں میں گھر گئیں'' (ص ۷۱)۔ پھر: ''۱۹۹۵ء کے اوائل میں رمزی یوسف کی گرفتاری اور امریکا کے حوالے کرنے کی وجہ سے بے نظیر بھٹو کو اپریل ۱۹۹۵ء کے اپنے دورۂ واشنگٹن کے دوران ایک مرتبہ پھر میڈیا اور سیاسی اشرافیہ کی جانب سے پذیرائی ملی۔ اسی طرح جون ۱۹۹۷ء میں نواز شریف نے ایمل کاسی کو پکڑنے کے پاک امریکا مشترکہ آپریشن کی اجازت دی اور: ''حوالگی کے قواعد و ضوابط پورے کیے بغیر کاسی کو امریکا بھجوا دیا گیا'' (ص ۷۴)۔ بے نظیر بھٹو کے بارے میں مصنف نے لکھا ہے کہ وہ پاکستان آمد سے پہلے ۱۵؍اگست ۲۰۰۷ء کو نیویارک کونسل برائے فارن ریلیشنز کے ایک غیرمعمولی اجلاس میں شریک ہوئیں۔ بے نظیر نے اس اجلاس میں پاکستان جانے اور عسکریت پسندوں اور انتہاپسند قوتوں سے دو دو ہاتھ کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ مصنف لکھتا ہے: ''مشرف نہیں چاہتا تھا کہ بے نظیر انتخابات سے پہلے پاکستان آجائیں، لیکن وہ انتخابی مہم کے لیے اپنی آمد ضروری سمجھ رہی تھیں''۔

۲۷دسمبر ۲۰۰۷ء کو بے نظیر بھٹو لیاقت باغ میں ایک انتخابی جلسے سے خطاب کے بعد پارک سے باہر ایک حملے میں جان کی بازی ہار گئیں۔ پیپلز پارٹی نے قتل کی تحقیقات اقوام متحدہ سے کروانے کا فیصلہ کیا۔ جنوری ۲۰۰۸ء کے اوائل میں آصف علی زرداری نے واشنگٹن پوسٹ میں لکھا: ''میں اقوام متحدہ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری بیوی کے قتل کے بارے میں حقائق معلوم کرنے کی غرض سے مفصل تفتیش شروع کریں''۔ جب وہ ۶ستمبر کو صدر بنے تو یہ مطالبہ ایک ریاست کی طرف سے سرکاری درخواست بن گئی۔ لیکن اقوام متحدہ کے کمیشن کو ایسے شواہد نہ مل سکے جنھیں وہ دوٹوک طور پر قتل سے منسلک کرسکتے'' (ص ۱۲۷)۔ آخر میں مصنف نے لکھا ہے کہ ''شاید ہمیں قطعی طور پر کبھی معلوم نہیں

ہو سکے گا کہ بے نظیر بھٹو کو کس نے قتل کیا؟ قتل کی منصوبہ سازی کے پیچھے کون تھا؟" (حمید اللہ خٹک)

اشاریہ ماہنامہ تعمیر افکار، مرتبہ: سیّد محمد عثمان۔ ناشر: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، اے-۴/۱۷، ناظم آباد نمبر۴، کراچی۔ فون: ۳۶۶۸۴۷۹۰-۰۲۱۔ خصوصی شمارہ ۳۵۰۔ صفحات: ۲۴۶۔ قیمت: درج نہیں۔

اسلامی افکار کا ترجمان علمی و ادبی اور تحقیقی مجلّہ ماہنامہ تعمیر افکار ۱۴ برس سے باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ اس عرصے میں اس نے بعض علما (پروفیسر سید محمد سلیم، علامہ محمد طاسین، مولانا سید زوار حسین شاہ، مفتی غلام قادر، مولانا محمد اسماعیل آزاد) اور بعض موضوعات (سیرت النبیؐ، قرآن حکیم مطالعہ سیرت اور عصر حاضر) پر خاص اشاعتیں پیش کی ہیں۔ علمی رجحان کا حامل، یہ ایک صاف ستھرا دینی رسالہ ہے۔ ادارے نے ۱۳ برس میں شائع ہونے والے ۱۳۳ شماروں کا ایک جامع اشاریہ تیار کیا ہے۔ پہلا حصّہ بہ لحاظ مصنفین و مقالہ نگار، دوسرا حصّہ بہ لحاظ مضامین و عنوانات، تیسرا حصّہ بہ لحاظ موضوعات، چوتھا حصّہ رسالے میں مطبوعہ حمد و نعت و منقبت اور پانچواں حصّہ تبصرۂ کتب کے حوالوں پر مشتمل ہے۔ تبصرۂ کتب کے بھی دو حصّے ہیں بہ لحاظِ مؤلف کتاب اور بہ لحاظ عنوانِ کتاب۔

اشاریہ عمدگی سے مرتب کیا گیا ہے اور تحقیق کرنے والے اساتذہ اور طلبہ کے لیے افادیت کا حامل ہے، البتہ بہت سے دوسرے اشاریوں کی طرح ایک خامی اس میں بھی موجود ہے۔ ہر حوالے کے ساتھ شمارے کے ماہ و سال کی نشان دہی تو کی گئی ہے اور صفحہ نمبر بھی درج ہے، یہ مضمون کے آغاز کا صفحہ نمبر ہے، مگر پتا نہیں چلتا کہ مضمون ختم کس صفحے پر ہوتا ہے۔ (رفیع الدین ہاشمی)

افکارِ شگفتہ (چند علمی و فکری مباحث)، ڈاکٹر محمد شکیل اوج۔ ناشر: فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز جامعہ کراچی۔ صفحات: ۲۸۸۔ قیمت: ۵۰۰ روپے۔

کتاب میں مصنف نے اپنے ۲۴ مقالات میں مختلف موضوعات پر تنقیدی اور تحقیقی نقطۂ نظر سے اپنی منفرد آرا پیش کی ہیں۔ زیرنظر کتاب میں 'اعضا کی پیوند کاری'، 'کیا عصرِ حاضر میں خلافت راشدہ کا قیام ممکن ہے؟'، 'سیاسی، مذہبی اور روحانی ملوکیتیں'، 'اظہار رائے کی آزادی کا قرآنی تصور'، 'رویت ہلال میں سائنسی علوم کا کردار'، 'خُلع میں قاضی کا اختیار'، 'ہمسایے کے حقوق'، 'اتحادِ اُمت کی راہ میں رکاوٹیں' اور بعض دوسرے عنوانات کے تحت فکر انگیز بحث کی ہے۔ ان کے خیال میں